© rasailojaraid.com

نسیمہ بنت سعید

# سیدنا ابراہیم علیہ السلام

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ (اقبال)

**حسب نسب:**

ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن سروج بن رعو بن فالج بن عابد بن شالح بن اَرفشاذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

یہ نسب تاریخی کتب میں بیان شدہ ہے۔ قرآن حکیم نے آپ کے والد کا نام آزر بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾

(ترجمہ) ”اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو خدا ٹھہراتا ہے؟ بیشک میں تو تجھے اور تیری قوم کو واضح گمراہی میں پاتا ہوں۔“ (الانعام آیت: ۷۴)

**تشریح:** آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر تھا۔ افسوس ہے ان حضرات پر جنہوں نے قرآن مجید کی بیان کردہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کی بجائے قرآنی حقائق کو تاریخ کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہنا شروع کردیا کہ آزر آپ کے چچا کا نام تھا اور والد تارخ تھا۔ واضح ہو کہ تارخ دانوں، نسابوں اور اہل تفسیر کے ہاں مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد تارخ تھے یا نام تارخ اور لقب آزر تھا۔ اس نوع کے جتنے بھی اقوال کتابوں اور تفسیروں میں نقل کیے گئے ہیں ان کے ماخذ اسرائیلیات کے سوا کچھ نہیں۔ وہ ظالم یہودی جنہوں نے اللہ کی مقدس آسمانی کتابوں کو بدل دیا اور جن کا خاص وصف اللہ تعالیٰ یہ بیان کرتا ہے کہ یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ تکتموا الحق، یعنی ہاتھوں سے کتابیں لکھ لکھ کر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ الفاظ کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔ حق کو چھپاتے ہیں۔ کیا قرآن و حدیث کی ظاہر و باہر نصوص کو ایسے لوگوں کی خودساختہ روایات کا تابع مہمل بنانا یا یہودی روایات کے مطابق قرآنی آیات میں تاویل کرنا ایمانداری ہے؟ صاحب تفسیر منار نے (ص۵۲۵ ج۷ پ) اس مسئلہ پر مبسوط بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”لیکن ان اقوال کی اصل جو نبی ﷺ تک پہنچتی ہو یا عرب اولین سے منقول ہو، موجود نہیں۔“ پھر محدثین اور مورخین کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر دونوں اقوال میں مطابقت ممکن ہو تو فبہا ورنہ ہم مورخوں کے قول اور سفر تکوین کو رد کرتے ہیں اس لئے کہ وہ ہمارے نزدیک حجت نہیں۔۔۔قرآن سابقہ چیزوں کا محافظ ہے، جس کی وہ تصدیق کرتا ہے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں جس کی وہ تکذیب کرتا ہے ہم اس کی تکذیب کرتے ہیں۔“ دونوں اقوال کو جمع کرنے کے سلسلہ میں ضعیف ترین قول یہ ہے کہ آزر ابراہیم کے چچا کا نام تھا۔“ (دائرہ معارف اسلامیہ اردو ص۱۱۶ ج۱ بحوالہ ترجمان القرآن) جو حضرات طولانی بحث کرکے ابراہیم علیہ السلام کا والد تارخ بتاتے ہیں ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ کے پاس اس دعویٰ کے ثبوت میں قرآن و حدیث کی کونسی متین دلیل ہے؟



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور یہ کہ آپ قرآن مجید کی اس بیّن نص کو ماننے کے لئے کیوں تیار نہیں کہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام آزر تھا؟ افسوس ہے کہ تفسیری روایات میں حضرت ابن عباسؓ کی طرف بھی ایسا ہی قول منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن ہر شخص غور کرسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی یہ شان نہیں کہ وہ قرآن کریم کی بیان کردہ واضح نص کے خلاف تاویلات کا سہارا لیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو مفسرین سیدنا ابن عباسؓ کا مذکورہ بالا قول نقل کرتے ہیں وہ بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ''صحیح بات یہ ہے کہ آپؑ کے والد کا نام آزر ہی تھا۔'' (ابن جریر) بعض حضرات جواب یہ دیتے ہیں کہ چچا کو بھی عربی میں ''اب'' یعنی باپ کہا جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا باپ کو عربی میں ''اب'' نہیں کہا جاتا؟ یقیناً عربی میں باپ کو ''اب'' ہی کہا جاتا ہے تو پھر یقینی بات کو چھوڑ کر صرف ''بھی'' کا مشکوک سہارا لے کر کوئی نظریہ تخلیق کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! سیدنا ابراہیم ابوالانبیاء ہیں ان کے باپ کس طرح کافر ہوسکتے ہیں؟ یہاں بھی سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ آخر آپ کے پاس قرآن وحدیث کی کونسی دلیل ہے جس میں یہ بات بیان کی گئی ہو کہ ''کسی نبی کا باپ کافر نہیں ہوسکتا؟'' اگر ایسی کوئی دلیل نہیں ہے اور یقینی طور پر نہیں ہے بلکہ قرآن مجید سے قطعاً ثابت ہے کہ ومن ذریتھما محسن و ظالم لنفسه مبین (اور ان ابراہیم و اسحاق علیہما السلام کی اولاد میں سے نیکوکار اور ظلم مبین کرنے والے بھی ہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ لا ینال عھدی الظٰلمین یعنی آپ کی ذریت میں جو ظالم ہوگا وہ امامت کا حقدار نہیں ہوگا) قرآن ہی میں سیدنا آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کا واقعہ مذکور ہے جس نے اپنے بھائی ہابیل کو ناحق قتل کیا، جس کے بارے میں نبی ﷺ کا یہ فرمان مبارک کتب احادیث میں صحیح سندوں کے ساتھ موجود ہے کہ قیامت تک جتنے بھی کروڑوں اربوں انسانوں کا قتل ہوگا، ان سب کے قتل کا گناہ اسی ابن آدم کو بھی ہوگا۔ قرآن میں ہی برادران یوسف کا قصہ بھی تفصیل سے موجود ہے کہ کس طرح انہوں نے اللہ کے نبی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور پھر کس طرح اپنے باپ کے سامنے قمیص پر جھوٹا خون لگا کر رونے لگے کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے کنعان کی غرقیابی کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ کافر تھا۔ اب جبکہ ایک اولوا العزم نبی کا بیٹا قاتل، دوسرے نبی کے بیٹے کاذب اور تیسرے کا بیٹا کافر ہوسکتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کا باپ کافر کیوں نہیں ہوسکتا؟ آخر اس سے شریعت کا کونسا اصول ٹوٹتا ہے؟

## دینِ حنیف کے بانی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابو الانبیاء ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ملة ابیکم ابراھیم (سورہ حج) (ترجمہ) یہ ملت مسلمہ تمہارے باپ ابراہیم کی قائم کردہ ہے، جس نے تمہارا نام مسلم رکھا۔ یہی بات حدیث سے بھی ثابت ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ قربانی کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ: سنة ابیکم ابراھیم ''تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔'' ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا اپنے بارے میں فرمان ہے کہ ''میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا کا نتیجہ ہوں''

### ولادت با سعادت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت موجودہ عراق کے شمالی علاقہ ''اُر'' (Ur) شہر میں ہوئی۔ یہ ملک اس وقت دنیا کا سب سے زیادہ متمدن تھا۔ اس کی زیادہ تر آبادی صنعت وتجارت پیشہ تھی جو ڈھائی لاکھ اور بعض کے مطابق پانچ لاکھ پر مشتمل تھی۔

دنوی اعتبار سے یہ لوگ مادہ پرست تھے۔ دولت کمانا اور زیادہ سے زیادہ تفریح کا سامان فراہم کرنا ان کا مقصدِ زندگی تھا۔ بتوں سے عموماً خوش حالی، درازی عمر اور



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رب ماننے سے کیوں انکار کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں خدائے واحد کا بندہ ہوں کسی کو اس کا شریک نہیں مانتا، وہ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے تو بھی ایک انسان ہے جس طرح ہم سب انسان ہیں۔ پھر تو کس طرح خدا ہوسکتا ہے؟

نمرود بولا کہ اگر میرے سوا تیرا کوئی اور رب ہے تو اس کی ایسی کوئی وصف بیان کر جو میرے اندر نہ ہو۔ آپ نے فرمایا! میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے۔ نمرود بولا کہ موت وحیات تو میرے قبضہ میں بھی ہے، یہ کہہ کر اس نے ایک آدمی کو بلایا اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کردے۔ جلاد نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور ایک قاتل کو بلا کر آزاد کردیا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ دیکھا میں کس طرح موت وحیات کا مالک ہوں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محسوس کیا کہ یہ شخص سطحی جواب سے عوام الناس کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ میں اس ہستی کو اللہ مانتا ہوں جو سورج کو مشرق سے نکالتا اور مغرب میں غروب کرتا ہے، اگر تو بھی خدا ہے تو اسے مغرب سے نکال اور مشرق میں غروب کر؟ یہ سن کر کافر لاجواب ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کام میں نہیں کرسکتا، مگر انکار کرتا تو عوام الناس میں اس کی پوزیشن خراب ہورہی تھی۔ اس لئے اس نے کوئی جواب دینے کے بجائے خاموشی اختیار کرلی۔

اس موقعہ پر عیسائی پادریوں اور ملحدوں نے اعتراض کیا ہے کہ اگر نمرود ابراہیم علیہ السلام سے کہتا کہ میں سورج مغرب سے نہیں لاسکتا، یہ کام اسی وقت آپ کرکے دکھائیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کیا جواب ہوتا؟ دراصل یہ اعتبار سطحی ہے کیوں کہ نمرود تو جانتا تھا کہ جس اعتماد ویقین کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام نے یہ چیلنج دیا ہے وہ اسے پورا کرکے بھی دکھا سکتے ہیں مگر نمرود کی وکالت کرنے والے یہ ''دانشور حضرات'' اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نازک مواقع پر اپنے سچے نبیوں کو رسوا نہیں کرتا اور ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر یقیناً سورج کو مغرب سے نکال کر بھی دکھا دیتا۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کے اشارہ سے چاند کے دوٹکڑے ہونے کا معجزہ قرآن مجید میں اور آپ کی دعا کی وجہ سے عصر نماز قضا ہوجانے کی بنا پر سورج کا غروب ہونے کے بعد واپس ہونے کا معجزہ حدیث میں مشہور ہے۔ چنانچہ بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کا گلستان بن جانا اس کا ثبوت ہے۔

## قوم کو دعوتِ حق:

اس کے بعد آپ نے اپنی دعوت وتبلیغ کا دائرہ مزید وسیع تر کردیا' اور پوری قوم کو توحید کی طرف بلایا، مگر مشرکین صم بکم عمی کی مجسم تصویر اور اندھی تقلید کے خوگر تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب ان کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو یہ تم کو نفع نقصان پہنچاتے ہیں؟ کہنے لگے کہ ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہی کرتے چلے آئے ہیں، لہٰذا ہم بھی وہی کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعوت کا ایک خاص انداز اپناتے ہوئے فرمایا:

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۝ۡ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ (سورۃ الانبیاء)

''تم اور تمہارے آباؤ اجداد صریح گمراہی میں ہیں' لوگوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے یا تو مسخری کرنے والا ہے؟ فرمایا کہ بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور میں تمہاری اس حقیقت پر شاہد عادل ہوں اور مجھے قسم ہے اللہ کی ضرور بالضرور ان کے خلاف خفیہ تدبیر کرکے رہوں گا۔ پھر ان کے بڑے کے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاروبار کی ترقی کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ آپ نے ایسے معاشرے میں آنکھ کھولی جہاں پتھروں کے بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ آپ کا خاندان ماہر بت تراش تھا اور یہی ان کا پیشہ تھا، ساتھ ساتھ وہ ستاروں کو بھی پوجتے تھے۔

## توحید کی دعوت کا آغاز:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری پوری قوم اور خود میرا گھرانہ بھی بت پرستی کا مرکز ہے تو آپ نے توحید کی دعوت کا آغاز اپنے گھر سے کیا اور اپنے باپ کو مخاطب ہوکر فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾

"کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، بیشک وہ سچے نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا تو ان بتوں کی پوجا کیوں کرتا ہے جو نہ سنتے ہیں اور نہ ہی دیکھتے ہیں اور نہ تجھے نفع ونقصان پہنچاتے ہیں۔ اے میرے باپ! بیشک میری طرف علم الٰہی آیا ہے، جو تیرے پاس نہیں آیا، پس تو میری پیروی کر تاکہ تجھے سیدھی راہ دکھاؤں۔ اے میرے باپ! شیطان کی اطاعت مت کر بیشک وہ رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! مجھے ڈر ہے کہ تجھے رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے پھر تو شیطان کا ساتھی ہوجائے۔ باپ نے کہا کہ: اے ابراہیم! تو باز نہیں آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ اور مجھ سے ہمیشہ کیلئے جدا ہوجا۔"

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ معاملہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ ایک طرف باپ کے احترام کا مسئلہ ہے تو دوسری طرف فرض کی ادائیگی کی ذمہ داری ہے، آخرکار وہی کیا جو اللہ کے نبی کے شایانِ شان ہے۔ باپ کو سختی سے جواب نہیں دیا بلکہ نرمی، اخلاق وحکمت کے ساتھ کہا کہ:

قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿٤٨﴾

(ترجمہ) "اے میرے باپ! آپ کو میرا سلام عرض ہے۔ ضرور آپ کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا رہوں گا، بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے۔ اور میں چھوڑتا ہوں تم کو اور تمہارے ان معبودوں کو جن کو تم پوجتے ہو، اللہ کے بغیر اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں۔ امید ہے کہ میں اسے پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔"

## بادشاہ سے مناظرہ:

لوگوں نے بادشاہ وقت جس کا لقب نمرود تھا، سے شکایت کی، جو اپنے آپ کو رعایا کا رب اور مالک سمجھتا تھا اور اندھی بہری گونگی قوم اسے دیوتاؤں کی طرح پوجتی تھی، بلکہ اقتدار حاصل ہونے کی وجہ سے لوگ بتوں کے مقابلے میں ان سے زیادہ ڈرتے تھے۔ نمرود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ آپ کا سخت دشمن ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اگر اس شخص کا پیغام پھیلتا چلا گیا تو ہماری خدائی بھی خطرہ میں پڑجائے گی۔ اس لئے اس نوجوان کا قصہ ہی تمام کردیا جائے۔ اس نے حکم دیا کہ اس نوجوان کو ہمارے دربار میں پیش کیا جائے۔ جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے دربار میں پیش کیا گیا تو نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ تو باپ دادا کے مذہب کی مخالفت کیوں کرتا ہے اور مجھے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سواء سب کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا، تا کہ شاید وہ (حق بات کی طرف) پلٹیں۔''

مشرکین اپنے جعلی معبودوں کا یہ حشر نشر دیکھ کر سر پیٹنے لگے۔ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہمارے معبودوں کا یہ حال کس نے کیا ہے وہ تو کوئی بڑا ظالموں میں سے ہے۔ ان ہی میں سے کسی نے کہا کہ ایک نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے، وہ ہمارے معبودوں کے خلاف پروپگنڈا کیا کرتا ہے اور ان کے خلاف کارروائی کرنے کی باتیں کیا کرتا ہے، اسے لوگوں کے سامنے بلاکر پوچھ لو۔ جب حضرت ابراہیم تشریف لائے تو پجاری پوچھنے لگے کہ اے ابراہیم! کیا ہمارے خداؤں کا یہ حال تم نے ہی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کلہاڑا تو ان کے بڑے گرو کی گردن پر پڑا ہے اسی سے پوچھ لو کہ ان ''خداؤں'' کا خانہ خراب کس نے کیا ہے؟ مشرکین گردنیں جھکاکر کہنے لگے :ابراہیم! یہ تو تجھے معلوم ہی ہے کہ یہ بت بات نہیں کرسکتے! ارشاد فرمایا تو کیا تم ان خودساختہ بتوں کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں کچھ نفعہ پہنچاتے ہیں اور نہ نقصان! تف ہوتم پر بھی اور تمہارے ان معبودوں پر بھی جن کو تم اللہ کو چھوڑکر پوجتے ہو کیا تم بالکل عقل نہیں رکھتے؟

ظاہر ہے مشرکین کے پاس اس منطقی اور قطعی دلیل کا کوئی جواب نہیں تھا، جبھی تو انہوں نے ندامت سے گردنیں جھکالیں، مگر اس کے باوجود وہ اپنی ہٹ پر اڑے رہے، ڈٹے رہے اور نصرت مذہب کے جذبہ سے پیچ و تاب کھاکر سوچنے لگے کہ اس کی قرار واقعی سزا کیا ہوسکتی ہے۔ کسی نے کوئی رائے دی کسی نے کوئی۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ آخر ایک فارسی کردنسل کے ہیزون نامی شخص کی رائے پر سب متفق ہوکر کہنے لگے کہ''اسے جلالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنے والے ہو'' اب کیا ہوتا ہے۔ مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے؟ وہی ہوتا جو منظور خدا ہوتا ہے۔ سولہ سال کے ابراہیم کو گرفتار کرکے خوف زدہ کیا جاتا ہے۔ نڈر اور بے باک جوان ان نازک ترین لمحات میں بھی پورے اعتماد کے ساتھ پکار کر کہتا ہے کہ کیف اخاف (میں تمہارے جھوٹے معبودوں سے کیوں ڈروں گا، ڈرنا تو تم کو چاہئے کیونکہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہو) لیکن اندھی گونگی بہری قوم کو ابراہیمؑ کی کوئی دلیل اپیل نہیں کرتی۔ وہ جھنجھلاکر معبودوں کا بدلہ لینے کے لئے ابراہیم کو جلانے کا پروگرام طے کرتے ہیں۔ اسے زندہ جلانے کے لئے سلطنت کی پوری مشنری متحرک ہوجاتی ہے۔ وہ سلطنت جو اپنے زمانہ کی سپر پاور حکومت تصور کی جاتی تھی۔ جس کا حکمران خدائی کا دعویدار تھا۔ ہر جگہ اپنے معبودوں کے قصیدے پڑھے جارہے ہیں، ہر شخص اپنے معبودوں کا بدلہ لینے کے لئے پاگل ہورہا ہے، ہر طرف ملک و قوم کے''باغی'' کو قرار واقعی سزا دینے کے مطالبے ہورہے ہیں۔ ہر شخص پر مذہبی جنون طاری ہے، اور ہر ایک حصہ بقدر جثہ''گستاخ معبودان باطل'' کو زندہ جلانے کے مراسم میں بڑھ چڑھ کر ہاتھ بٹا رہا ہے۔ اسی (۸۰) ہاتھ لمبا اور چالیس (۴۰) ہاتھ چوڑا آتشدان بنایا جاتا ہے۔ پورے ملک میں سرکاری طور پر اعلان ہوتا ہے کہ ایک ماہ کے بعد مقررہ تاریخ پر قوم کے متفقہ معبودوں کو منہدم کرکے ملک کے'' مقدس آئین'' کی مٹی پلید کرنے کی پاداش میں ابراہیم نامی نوجوان کو زندہ جلایا جائے گا، لہٰذا سب کا فرض ہے کہ مذہبی حمیت و غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس''کارثواب'' میں شریک ہو۔ چنانچہ قوم کا ہر چھوٹا بڑا، مرد عورت، غریب امیر، عام خاص، حکمران اور عوام''آتش نمرود'' کی تیاری کے لئے بھرپور تیاری کرتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی عورت بیمار ہوتی ہے تو وہ بھی بگھوان کے لئے نذر مانتی ہے کہ اگر میں تندرست ہوگئی تو اتنے من لکڑیاں ابراہیم کو جلانے کے لئے تیری دہلیز پر پیش کروں گی۔ یہ کام ایک آدھے گھنٹہ کے نوٹس پر بھی ہوسکتا تھا، مگر معبودان باطل کی جو مٹی پلید ہوئی تھی، یا حکومت وقت کو جو خفت اٹھانی پڑی تھی،اسے مٹانے یا مخالفین پر رعب جمانے کے لئے کہ جو ہمارے''بین الاقوامی'' قوانین کی خلاف ورزی کرے گا، وہ دیکھ لے کہ کس قدر خطرناک سزا ہم دے سکتے ہیں، بڑے پیمانہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر ''طویل المیعاد'' تیاریاں کی گئیں۔ ایک مہینہ کی متحدہ جدوجہد کے نتیجہ میں آسمان سے باتیں کرنے والی آگ کے شعلے بلند ہونے لگتے ہیں،ایسی خطرناک اور زبردست آگ کہ اب تک ایسا دردناک منظر کسی نے نہیں دیکھا تھا، یہاں تک کہ اگر اوپر سے کوئی پرندہ اڑنے کی کوشش کرتا تو اس کے پر تک جل جاتے۔ اب سوال یہ تھا کہ معصوم ابراہیم کو اس آگ کے اندر کس طرح پھینکا جائے؟ ابلیس نے انسانی صورت میں آ کر اس کا طریقہ بتایا کہ منجنیق ایجاد کر دیا بروایت دیگر خود منجنیق بنا کر لایا اور کہا کہ اور اس میں باندھ کر اسے پھینک دو۔

## آگ گلزار بن جاتی ہے

نمرود اپنی 'خدائی'' کی بقا کی آخری جنگ لڑ رہا ہے۔ جب سے نوجوان ابراہیمؑ نے اسے چیلنج کیا، وہ دماغی توازن کھو بیٹھا ہے۔ اگر دشمن کی فوج مقابلہ میں ہوتی تو اس کا آسانی سے مقابلہ کر سکتا تھا، کیونکہ اس کے پاس مضبوط سلطنت، زبردست فوج، بے انتہا دولت موجود تھی۔ سیاسی تحریک ہوتی تو اسے بھی قوت کے بل بوتے پر کچل سکتا تھا مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نہتے نوجوان ابراہیم کے دلائل و براہین الٰہی کا مقابلہ کس طرح کیا جائے جس نے اپنی دعوت کا انوکھا اور نرالا طریقہ اپنایا تھا؟ پہلے اپنے باپ آزر کو لاجواب کیا، جو اس ملک عراق کا وزیر اعظم تھا۔اس کے بعد نمرود کو پوری قوم کے سامنے رسوا کن شکست سے ہمکنار کیا۔ پھر بتوں کو چکنا چور کر کے مشرک اقوام کی''بین الاقوامی برادری'' میں اسے رسوا کیا اور پوری دنیا کو دکھا دیا کہ اس کی خدائی کا نظام جھوٹ پر قائم ہے اور جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ حق آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے اور جھوٹ رفوچکر ہوجاتا ہے۔ ابراہیم کے خلاف اب تک اس نے جتنے جتن کیے تھے، وہ خود اسی کے خلاف جاتے تھے۔ مگر ہر قیمت پر اقتدار کی ڈوبتی ناؤ کو بچانے کے لئے کوشاں تھا، اس لئے آج وہ بہت خوش تھا کہ اس کا حریف ہمیشہ کے لئے بھسم ہوجائے گا، نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری۔اپنے معاصر حکمرانوں، عمائدین سلطنت، کمانڈروں، غیرملکی سفیروں کی معیت میں سیدنا ابراہیم کی سوختگی کا نظارہ کرنے کے لئے جائے واردات پر بنفس نفیس موجود تھا اور بھڑکیں مار رہا تھا کہ ملک کے اندر ''مقدس دیوتاؤں'' کے خلاف بغاوت کی جو آگ بھڑک چکی ہے اور جس نے سب کا ناک میں دم کر رکھا ہے، ابھی چند لمحوں میں اس سے ہمیشہ کے لئے جان چھوٹ جاتی ہے۔ دنیا کے واحد موحد کو جلانے کے لئے ہر طرف مشرکین کا جوش و خروش دیدنی ہے۔ مگر دوسری جانب ''اللہ کے خلیل'' کو جلانے کی بین الاقوامی، بین الانسانی بلکہ بین الکائناتی سازش پر کائنات کی ہر چیز بے چین ہے، موذی گرگٹ کے سوا دنیا کی ہر چیز اس آگ کو بجھانے کی فکر میں ہے۔ یہاں تک کہ چڑیا اپنی چونچ میں پانی لاتی ہے اور مینڈک اپنی پھونکوں سے اسے بجھانے کی مقدور بھر کوشش کرتا ہے۔انسانوں اور جنوں کے علاوہ تمام مخلوق ایک ساتھ ہوکر عرض گزار ہوتی ہے کہ پروردگار! روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا یہی ایک تو موحد ہے، رب ہمارے! حضرت خلیل کی حفاظت فرما! اللہ نے فرمایا کہ اگر میرا ابراہیم تم میں کسی سے مدد کی درخواست کرے تو میں نے تمہیں اجازت عطا کردی، بیشک تم اس کی مدد کر سکتے ہو۔ لیکن اگر وہ تم سے مدد طلب کرنے کی بجائے مجھ سے مدد طلب کرے گا تو میں اپنے بندہ کے لئے کافی ہوں۔ یہ بھی ابراہیم علیہ السلام کا سخت امتحان تھا جس میں وہ عظیم انسان کما حقہ کامیاب ہوا۔ جب آپ کو نذر آتش کرنے کا وقت آتا ہے تو کارکنان قضا و قدر فوراً تحرک میں آ جاتے ہیں۔ پانی کے انتظامات پر مامور فرشتہ ابراہیم کی مدد کے لئے لپکتا ہے اور فضا ہی میں اعلان کرتا ہے کہ ابراہیم! حکم ہو تو آگ کو بجھادوں۔ کمالِ شانِ استغنا سے فرمایا کہ'' مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔'' ہواؤں پر مقرر فرشتہ عرض گزار ہوتا ہے کہ'' حکم ہو تو اس آگ کو فضا میں اڑالوں اور تحلیل کرلوں۔'' فرمایا: اس کی ضرورت نہیں! جبریل امین حاضر خدمت ہوکر



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہتے ہیں کہ اے ابراہیم! مدد کی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں۔فرمایا کہ ''آپ کی مدد کی تو ضرورت نہیں، جس کی مدد چاہتا ہوں وہ میرے حال اور میرے سوال کو اچھی طرح جانتا ہے۔'' حسبی اللہ و نعم الوکیل (میرے لئے میرا رب اللہ کافی ہے وہی بہترین کارساز ہے) سبحان اللہ! غیراللہ سے بے نیازی اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی شان ہو تو ایسی ہو۔ ہم لوگ'' توکل'' کے الفاظ سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں لیکن سیدنا ابراہیم نے توکل علی اللہ کی ایسی لازوال مثال قائم کی، جو رہتی دنیا کے لئے مشعل راہ ہے۔

دوسری طرف حضرت ابراہیم نے جو دعویٰ کیا تھا کہ اے مشرکو! اے میری قوم کے نادانو!! اگر رب العالمین نہ چاہے تو نہ تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو اور نہ ہی تمہارے معبود میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ آج عملاً اس دعوے کی صداقت و حقانیت کا دن تھا، آج یوم الفرقان تھا یعنی حق و باطل کے درمیان فرق اور فیصلہ کا دن تھا، اللہ تعالیٰ لاکھوں مشرکین کو عین الیقین حدتک دکھلانا چاہتا تھا اور آنے والی انسانیت کے لئے مثال قائم کرنا چاہتا تھا کہ اگر میں اللہ نہ چاہوں تو پوری کائنات مل کر بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ دنیا کی خطرناک سے خطرناک چیز بھی میرے حکم کی تابع ہے۔ ہر چیز میری مطیع و مسخر ہے، میں جس سے چاہوں اور جب چاہوں اس سے عطاکردہ اپنی قوت، اس کی سرشت میں ودیعت کردہ جبلی طاقت، اس کی جینے اور جلانے کی صلاحیت اس سے چھین لوں۔ چاہوں تو سورج سے اپنی روشنی واپس لے لوں اور چاند کو بے نور بنادوں، چاہوں تو آسمان سے سیارے اور ستارے گرادوں، چاہوں تو آسمانوں کو گرادوں اور زمین میں زلزلہ برپا کردوں، چاہوں تو چھری سے کاٹنے کی طاقت سلب کرلوں اور آگ سے جلانے کی تاثیر معطل کرلوں، چاہوں تو چیونٹی کے ذریعے ہاتھی کو فنا کروں اور مچھر کے ذریعے نمرود کو مروادوں۔ آج خداوند قادر و قہار کی خدائی کی حقانیت کے اظہار اور نمرود کی جھوٹی خدائی کے بطلان کا دن تھا۔ لاکھوں لوگ نمرود کی 'خدائی' کا مشاہدہ کرنے کے لئے جمع تھے کہ اس کے قانون میں اس کی خدائی سے بغاوت کرنے والے کا انجام کس قدر دردناک ہوسکتا ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ اپنی خدائی کا لوہا منوانا چاہتا تھا۔ چنانچہ بارگاہ الٰہی سے آرڈر صادر ہوتا ہے کہ یا نار کونی بردا و سلاما علیٰ ابراھیم (اے آگ میرے ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا!) خالق اکبر حکم کرے اور مخلوق اس کا کہا نہ مانے! یہ کس طرح ممکن ہے۔ افسوس صد افسوس!! یہ خاصہ صرف انسان کافر اور شیطان اور اس کی قوم کا ہے کہ وہ اپنے خالق اکبر کا بھی کہا نہیں مانتے۔ بہرحال آگ نے اس بندھن کے سوا جس کے ساتھ سیدنا ابراہیم کو منجنیق میں باندھا گیا تھا، آپ کا بال تک بیکا نہیں کیا۔

حضرت علیؓ سے لفظ سلاما کی تفسیر منقول ہے کہ آگ بالکل بھی سرد نہ ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کو نقصان پہنچائے۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ آتشِ نمرود کے گرد کھڑے تماشائیوں نے یہ منظر دیکھا کہ آگ ایک مخصوص حلقہ میں گلزار بنی ہوئی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام بلکل مطمئن بلکہ مسرور تشریف فرما ہیں لیکن کسی کی مجال نہ تھی کہ آگ کا حصار عبور کرکے وہاں جاسکے۔ منہال بن عمرو سے روایت ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چالیس یا پچاس سال تھی، مگر قرین قیاس وہی روایت ہے جس میں آپ کی عمر سولہ سال بتائی گئی ہے کیونکہ قرآن میں کفار و مشرکین کا یہ قول منقول ہے کہ قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم یعنی ابراہیم نامی ایک نوجوان بتوں کی مذمت کرتا ہے اسی نے بت توڑے ہوں گے،اسے بلاکر پوچھو۔ ظاہر ہے چالیس پچاس سال کے انسان کو ''نوجوان'' نہیں کہا جاسکتا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ابراہیم کے لئے آسمان کا ''زرابیہ'' یعنی جنت سے بچھونا اتارا گیا، جس پر آرام کے ساتھ استراحت فرمانے لگے۔ روایات کے مطابق سات دن آگ کے اندر رہے اور نماز پڑھتے رہے۔ غالبًا اس سے حکمت الٰہی یہ تھی کہ جب دنیا کے متمدن اور مضبوط ترین ملک میں اتنا بڑا معجزہ ظہور پزیر ہوگا



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو دور دراز علاقوں میں اس کی شہرت پہنچ جائے گی، ہر طرف سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس کا مشاہدہ کرنے کے لئے آئیں گے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام اقوام شرک و کفر پر اتمام حجت ہو جائے گی۔

## مقام عبرت:

انسانی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا واحد معجزہ تھا کہ آگ جو پتھروں اور لوہے تک کو کھا جاتی ہے وہ ایک گوشت پوست کے انسان کے سامنے مسخر بن چکی ہے۔ مگر مقام عبرت ہے کہ اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے باوجود بھی پوری قوم، بلکہ پوری دنیا میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر کوئی ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوا، سوائے سیدنا لوط علیہ السلام کے فآمن لہ لوط (پس لوط علیہ السلام ان پر ایمان لائے) بوقت ہجرت آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ سارہ بھی ایمان لاتی ہیں۔ آیئے قدرے اس پہلو پر غور کریں کہ آخر انسانیت کی اس ازلی و ابدی محرومی اور بدبختی کی کیا وجہ ہے؟ قرآن و حدیث میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ جب انسان اندھی تقلید کا خوگر ہو جاتا ہے تو عقل و فکر کے سوتوں پر تالے چڑھا دیتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے اندر حق و باطل کی تمیز و شعور ختم ہو جاتا ہے اور وہ گمراہیوں کی وادیوں میں بھٹکتا رہتا ہے اور یہی چیز ہمیشہ اس کی حق سے دوری کا باعث بنتی ہے۔ آباء و اجداد کی تقلید، روساء و امراء کی تقلید، وقت کے حکام و زعماء کی تقلید، مذہب و مسلک کی تقلید، غرض کسی بھی قسم کی اندھی تقلید جب کسی قوم، کسی گروہ یا فرد کا وطیرہ بن جاتی ہے تو علم و عقل کے منابع خشک ہو جاتے ہیں اور انسان آسمانی ہدایت کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے، خواہ اسے کتنے بھی بڑے بڑے معجزات کیوں نہ دکھائے جائیں۔ اسی لئے کفار کے بارے میں فرمایا گیا کہ صم بکم عمی فھم لا یرجعون — سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون، ختم اللہ علیٰ قلوبھم و علیٰ سمعھم و علیٰ ابصارھم — و یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ اس نوع کی تمام آیات قرآنی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر نبی کی تحریک علم و عقل کی تحریک اور طاغوت کی ہر تحریک جہالت اور علم دشمنی کی تحریک ہوتی ہے۔ یہی بات خود سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرمودات سے بھی جھلکتی ہے۔ آپ نے نمرودیوں سے مناظرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ افلا تعقلون یعنی کیا تم عقل و شعور نہیں رکھتے کہ بت کیسے خدا بن سکتے ہیں؟ اپنے باپ سے اپنی اطاعت و پیروی کا مطالبہ اسی بنیاد پر کیا کہ یا ابت انی قد جاءنی من العلم (میرے باپ! میری پیروی کر تاکہ تجھے سیدھی راہ دکھاؤں کیونکہ میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا) آپ نے نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کی دعا ان الفاظ میں فرمائی کہ: اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیات پڑھ کر بتائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔ (البقرہ)

قرآن مجید میں ہے کہ نبی ﷺ پر سب سے پہلی وحی یہ نازل ہوئی کہ اقرا یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا فرمایا آگے چل کر نبی اکرم ﷺ نے مشرکین سے مطالبہ کیا کہ ائتونی بکتاب او اثارۃ من العلم (میرے سامنے پہلے نازل شدہ آسمانی کتاب یا علمی آثار پیش کرو) یعنی اے مشرکو! ہماری پوری تحریک علم و روشنی کی تحریک ہے، تمہارے پاس بھی ایسی کوئی چیز ہے تو اسے پیش کرو۔ اس طرح اللہ کے رسول پاک ﷺ نے امی معاشرہ اور امی قوم میں علم و عقل کی تحریک پروان چڑھائی، جس کے نتیجہ میں مختصر وقت میں جزیرۃ العرب کے لوگوں میں ہر طرف نور اور روشنی کے مینار منور ہو گئے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان مختصر وقت میں پوری دنیا پر چھاتے گئے، ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں بغیر معجزوں کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے، وہ ممالک جہاں بڑے بڑے معجزے دیکھنے کے باوجود ایک آدھا انسان بھی اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا، وہاں ملکوں کے ملک مسلمان ہو گئے کیونکہ جہالت اور تقلید کی تاریکیوں کی جگہ علم و عقل کی روشنیوں کا آفتاب عالمتاب منور ہو چکا تھا۔ اسی بنا پر صدیوں



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک، جب تک امت مسلمہ علم و آگہی، عقل و شعور کی سرچشموں سے وابستہ رہی وہ دنیا کی قیادت کرتی رہی۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں نے علم و عقل کی روشنی کے دیے بجھادیے اور دنیاداری اور سیاست کی کثافتوں میں کھوتے گئے۔اس کے نتیجہ میں آج صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس نہ دین کا علم ہے نہ دنیا کا۔ دینی علم کا حال یہ ہے کہ تین چار سال کی عمر میں بچہ نماز پڑھنے کے لئے قل ہو اللہ اور الم ترکیف جیسی چند ایک چھوٹی سورتیں یاد کرتا ہے تو اسی (۸۰) برس کی عمر گزارنے کے باوجود اس میں ایک لفظ تک کا بھی اضافہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ ”پیچھے اس امام کے اللہ اکبر“ کہنے سے نماز ہوجاتی ہے۔ جبکہ اکثر و بیشتر لوگ تو اس تکلف کے بھی روادار نہیں۔ بہت سے لوگوں کو کلمہ کے الفاظ اور معانی تک یاد نہیں ہوتے۔ اللہ کی آخری مقدس کتاب سے مسلمانوں کے تعلق کا یہ حال ہے، دنیاوی علوم میں ان کی ”قناعت پسندی“ کا جو حال ہے وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ اس کے بالکل برعکس اہل یورپ نے مسلمانوں کی علم و سائنس کی جلائی ہوئی مشعلوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا، جس کے نتیجہ میں ان ممالک میں زبردست علمی تحریکیں ابھریں جن کی لہروں نے پوری دنیا کو خس و خاشاک کی طرح بہادیا اور اقوام عالم کی قیادت ان کا مقدر بن گئی۔ رہا مسلمانوں میں عقیدہ وایمان کا معاملہ تو اس میں بھی مسلمانوں کا حال بہت پتلا ہے۔ افسوس! آج کل فتنہ و فساد اور دین دشمنی کی ہر تحریک کے موجد خود کو ”مسلمان“ کہلانے والے بنے ہوئے ہیں۔ یہودی اکہتر، عیسائی بہتر فرقے اور مسلمان ان سے بھی گوئے سبقت لے گئے اور تہتر فرقے بن گئے۔ یا الٰہی! اقوام عالم شرک و کفر کی بنیادوں پر منظم و متحد ہیں، کلمہ پڑھنے والے کلمہ کی بنیاد پر بھی متحد نہیں ہورہے۔ 55 ملکوں میں سے بیشتر کا حال یہ ہے کہ وہاں آپ قرآن اور نظامِ مصطفیٰ کی بات تک نہیں کرسکتے۔ یہ ایسے نرالے ”مسلمان“ ہیں کہ ان کے کسی ملک میں بھی عملاً اسلام نافذ نہیں ہے! اسلام کا نام لینے والوں کی سرزمین کفر کے لئے اتنی زرخیز ہے کہ بقول سید عطاء اللہ شاہ بخاری ”او جی! یہاں تو نبوت کا پودا بھی اگتا ہے۔“ غور فرمایئے مرزا قادیانی، بہائیوں کا نبی، رشدی ملعون تسلیم فاضلی، ”پیر آف مغرب“ گوبر شاہی کہاں پیدا ہوتے ہیں اور کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان کہلانے والے اشتراکی، قوم پرست، ملاحدہ، قادیانی، عیسائی، بہائی کیوں بن جاتے ہیں؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے یہاں سے علم و عقل کے سوتے بالکل ہی خشک ہوچکے ہیں، علمی و عقلی اعتبار سے یہ قوم پتھر کے زمانہ میں رہ رہی ہے، جبکہ یورپی معاشروں میں اس وقت بھی انبیاء کرام کی تحریکوں اور معجزوں کے بغیر بھی لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہورہے ہیں، کیونکہ وہ تعصب و تنگ نظری کی عینک اتارکر اسلام اور قرآن کو پڑھتے ہیں تو انہیں یقین ہوجاتا ہے کہ قرآن سے بڑھ کر کوئی معجزہ اور قرآن سے بڑھ کر کوئی روشنی نہیں ہوسکتی اور پھر اپنا دین دھرم چھوڑکر حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

## عراق سے ہجرت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین تھا کہ عراق کی سرزمین بانجھ ہے۔ یہاں کے لوگ صم بکم عمی ہیں۔ شیطان ان پر مکمل طور پر مسلط ہے۔ چنانچہ وہاں سے آپ نے فلسطین ہجرت کی۔ شہر نابلس میں قیام فرمایا۔ جب آپ کی عمر ۷۴ برس ہوئی تو وہاں سے مصر تشریف لے گئے، کیونکہ نابلس اور اس کے نواحی میں قحط آگیا تھا۔ اس وقت مصر پر شاہانِ عمالیق کی ایک شاخ الرومان کی حکمرانی تھی۔

بخاری، مسلم کی روایت کے مطابق وہاں ایک ظالم بادشاد سے پالا پڑا، جو انتہائی اوباش اور بداطوار تھا۔ شہر میں جو مسافر آتا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی ہوتی تو شوہر کو قتل کرادیتا اوراس کی بیوی کو اپنے حرم میں داخل کردیتا۔ مسافر کے ساتھ بہن ہوتی تو اسے چھوڑدیتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اب کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے جس سے سلامتی کا



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راستہ نکل آئے۔تم چونکہ میری دینی بہن ہو اور اس سرزمین پر میرے اور تیرے سوائے کوئی مسلمان نہیں اس لئے بادشاہ سے کہہ دینا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔ سرکاری کارندے حضرت سارہؓ کو بادشاہ کے پاس لے گئے، رات کو جب ظالم نے ارادہ بد کیا تو اس کا ہاتھ شل ہوگیا۔ اس نے حضرت سارہؓ سے کہا کہ تم اپنے خدا سے دعا کرو میرا ہاتھ ٹھیک ہوجائے میں تمہیں رہا کردوں گا۔ حضرت سارہؓ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ درست ہوگیا، لیکن پھر اس نے دوبارہ برا ارادہ کیا۔ دوبارہ اس کا ہاتھ شل ہوگیا۔ تیسری بار بھی وہی معاملہ پیش آیا۔ تب اس نے کہا کہ یہ کوئی جنی عورت ہے اسے جلد رخصت کردو کہیں بڑی آفت نہ آجائے۔ حضرت سارہؓ کو نہ صرف رہا کردیا بلکہ اپنی بیٹی ہاجرہ بھی ساتھ کردی۔ جب سارہؓ ہاجرہؓ کو ساتھ لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو حال دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ نے ظالم سے بچایا اوراس نے تحفہ میں ہاجرہؓ کو بھی ہمراہ کردیا۔ حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہؓ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ اے شریف النسل اہل عرب یہ ہیں ہاجرہؓ جوتم سب کی ماں ہیں۔ (بخاری شریف ص ۴۷۴ ج اول)

## حضرت ابراہیم اور تین جھوٹ کی حقیقت:

قرآن مجید میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو صدیقا نبیا (سورہ مریم) فرمایا گیا کہ" آپ سچے نبی تھے۔" حیرت ہے کہ اس کے باوجود بعض روایات میں حضرت ابراہیم کی طرف تین جھوٹ کی نسبت کی گئی۔حالانکہ نبی معصوم ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم تو "ابوالانبیاء" ہیں۔ نیز "امام للناس" کے عظیم منصب پر فائز ہونے کے علاوہ "اولوالعزم" رسولوں کے زمرہ میں شامل بلکہ ان کے امام ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ابراہیم اور آپ کے تابعداروں میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے(الممتحنہ) آپ بھی جھوٹ بولیں اور ایک نہیں تین جھوٹ بولیں اور پھر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فہمائش نازل نہ ہو، یہ کیونکر ممکن ہے؟ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دیگر انبیاء کرام کو معمولی نوعیت کی خطاؤں پر بھی رب کریم نے فی الفور تنبیہ فرمائی کہ دیکھو یہ بات تمہاری شان کے خلاف ہے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے کے حق میں دعا مانگی تو وحی نازل ہوئی کہ اے نوح! یہ لڑکا تیرا اہل نہیں، یہ عمل غیرصالح ہے،پس مجھ سے وہ سوال مت کر جس کا تجھے علم نہیں۔ بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں تم جاہلوں میں سے نہ ہوجانا۔" (سورہ ہود) حضرت ابراہیم اپنے کافر باپ کے لئے دعا مانگتے تھے۔ اس کا جواز یہ بیان فرمایا کہ ما کان استغفار ابراهيم لابيه الا عن موعدة وعدها اياه فلما تبين له انه عدو لله تبرا منه (ابراہیم نے اپنے باپ سے خاص وعدہ کیا تھا اس وجہ سے اس کی بخشش کی دعا مانگا کرتے تھے، پھرجب ابراہیم کو اچھی طرح یقین ہوگیا کہ اس کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے برائت ظاہر کی) نبی اکرم ﷺ نے ایک بار ارادہ ظاہر فرمایا کہ میں آئندہ شہد نہیں کھاؤں گا تو فوراً وحی نازل ہوئی کہ یاایها النبی لم تحرم ما احل الله لک (اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال قرار دیا ہے اسے آپ حرام کیوں کرہے ہیں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو معصوم بنایا ہے۔ اگر ان سے کوئی چھوٹی موٹی لغزش ہوبھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے ان کو متنبہ کرتا ہے اور اس پر ان کو قائم رہنے نہیں دیتا۔قرآن مجید میں سیدنا ابراہیم کا ذکر تفصیل سے آیا ہے۔مگر "تین جھوٹ" پر قرآن مجید میں سرے سے آپ کا مواخذہ نہیں ہوا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن باتوں کو جھوٹ سمجھا گیاہے وہ دراصل جھوٹ ہیں ہی نہیں!ہیہات ہیہات!!

(۱) پہلا جھوٹ حضرت ابراہیم کی طرف یہ منسوب کیا گیا کہ باپ نے یا بروایت دیگر وقت کے حکمران نے کہا کہ عید کے دن ہمارے ساتھ چلو اور ہماری دینی روایات کا مشاہدہ و مطالعہ کرو تاکہ ہمارے مذہب کے خلاف آپ کی نفرت ختم ہوجائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں مریض ہوں، نہیں چل سکتا۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس طرح ناقدین کے قول کے مطابق آپ نے جھوٹ بول کر جان چھڑائی۔ حالانکہ یہ بات جھوٹ اس وقت شمار ہوتی جب اللہ تعالیٰ یا نبی اکرم ﷺ کا صریح فرمان مبارک موجود ہوتا، جس میں بتایا جاتا کہ ابراہیم فی الواقع بیمار نہیں تھے، عین ممکن ہے کہ آپ واقعی بیمار ہوں، تھوڑی دیر کے بعد تندرست ہوگئے ہوں، چنانچہ امام نووی نے بعض علماء کا قول نقل کیا ہے کہ واقعی آپ بیمار تھے۔ ابن عباس اور ابن مسعود کی روایات کے مطابق آپ قوم کے ساتھ چل دیئے اور راستے میں لڑکھڑا کر گر پڑے (قرطبی ج ۱۵ ص ۹۳ بحوالہ حکیم ترمذی سورہ الصافات)

راقم الحروف عرض گزار ہے کہ عقلاً یہ واقعہ بالکل قرین قیاس ہے کیونکہ اسی سے ملتا جلتا نبی اکرم ﷺ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ جب کعبۃ اللہ شریف کی تعمیر کے لئے آپ پتھر ڈھو رہے تھے تو آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے کہا کہ دھوتی اتار کر کندھے پر رکھیں تاکہ پتھر لگنے کی وجہ سے خراش نہ آئے۔ آپ نے ایسا کیا تو بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ دونوں واقعات میں حیرت انگیز مماثلت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے پیارے نبیوں کی نامناسب باتوں سے بھی حفاظت فرماتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مشرکین کے میلوں ٹھیلوں میں جانا نبیوں کا کام نہیں ہوتا، اس لئے قوم کے دباؤ کی بنا پر آپؑ جانے کے لئے تیار ہو بھی گئے ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ نے جانے نہیں دیا اور بے ہوش ہوکر گر پڑے یا چلنے سے معذور ہوگئے۔ یہی وجہ ہے کہ خود مشرکین نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ تو تندرست ہیں، کیوں جھوٹ بول رہے ہیں اور بہانہ بنا رہے ہیں، آپ کو تو ہمارے تہوار میں ہر صورت میں چلنا پڑے گا۔ بلکہ انہوں نے آپ کی بیماری کی حالت دیکھ کر آپ کو معذور سمجھ کر چھوڑ دیا۔ یہی مضمون قرآن مجید کے الفاظ انی سقیم سے بالکل عیاں ہے، یعنی ابراہیمؑ نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ اس کے برعکس خود جو لوگ آپ کی طرف اس جھوٹ کی نسبت کرتے ہیں وہ بھی یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ آپ واقعتاً بیمار نہیں تھے۔ اس پس منظر میں آخر کس بنیاد پر حضرت ابراہیم صدیق علیہ السلام کے مذکورہ قول کو "جھوٹ" قرار دیا جاسکتا ہے؟ خدا را کچھ تو انصاف کیجئے! پھر کہا یہ جاتا ہے کہ آپ نے یہ جھوٹ اس وجہ سے بولا کہ آپ ان کی غیرموجودگی کا فائدہ اٹھا کر بت توڑنا چاہتے تھے۔ حالانکہ اس ضمن میں بھی حضرت ابراہیم کا قول قرآن مجید میں روشن ہے کہ واقعہ سے قبل ہی آپ نے دوران مناظرہ قوم کو ایسا الٹی میٹم دے دیا تھا کہ تاللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان تولوا مدبرین (مجھے اللہ کی قسم! جشن منانے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں کا خانہ خراب کرکے رہوں گا) جب حضرت خلیل اللہ کی بے باکی کا حال یہ ہو کہ ڈنکے کی چوٹ پہلے ہی اعلان کردیتے ہیں کہ میں تمہارے بتوں کو چکنا چور کرکے رہوں گا، ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیتے ہیں کہ تمہارے "جشن نوروز" منانے کے دن یہ کام کروں گا تو کیا پھر آپ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا کس طرح صحیح ہوسکتی ہے؟

(۲) دوسرا جھوٹ آپ کی طرف یہ منسوب کیا گیا کہ جب قوم نے پوچھا کہ اے ابراہیم! کیا آپ نے ہمارے معبودوں کا یہ حشر نشر کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس کلہاڑا بردار بڑے بت نے یہ کارستانی کی ہے اسی سے پوچھو۔ دراصل یہ بھی لوگوں کی سخن فہمی کا قصور ہے۔ ظاہر ہے نہ کوئی انسان پتھروں کے جاندار ہونے کا قائل ہوسکتا ہے اور نہ ہی واقعتاً پتھر میں استطاعت ہوسکتی ہے کہ وہ کلہاڑا اٹھا کر پتھروں کو توڑتا پھرے، لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ قول کے مجازی معنیٰ مراد لے کر اسے الزامی جواب سمجھا جائے گا۔ یعنی عقل کے اندھو! تم کیوں نہیں سوچتے کہ جو بت خود اپنی حفاظت نہیں کرسکتے وہ تمہیں کس طرح نفع نقصان پہنچاسکتے ہیں؟ اگر ان کے اندر کسی قسم کی کوئی طاقت ہے تو ان ہی سے پوچھو کہ تمہیں کس نے توڑا ہے یا ان کے بڑے بت سے پوچھو جو صحیح سالم ہے کہ کہیں تم نے تو ان کی یہ گت نہیں بنائی؟ اس جوابی جرح پر مشرکوں نے شرمساری کی وجہ سے گردنیں جھکا کر ایک دوسرے کہا کہ واقعی تم ہی تو ظالم ہو کہ ایسی بے جان چیزوں کو پوجتے ہو جو نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں، نہ نقصان دیتے ہیں نہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نفعہ دیتے ہیں اور یہی بات سیدنا ابراہیم علیہ السلام قوم سے کہلوانا چاہتے تھے۔ جب پجاریوں نے بتوں کی بے بسی کا اعتراف کیا تو ایک بار پھر آپ نے اندھی گونگی بہری قوم کو اس طرح ڈانٹ پلائی کہ اف لکم ولما تعبدون من دون اللہ (تم پر بھی اور تمہارے معبودوں پر بھی تف ہو، کیا تم عقل نہیں رکھتے کہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی بے جان چیزوں کو پوجتے ہو جو کسی قسم کے نفع نقصان کی مالک نہیں) اس سرزنش کے بعد مشرکین نے مشتعل ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا پروگرام طے کیا۔ حضرت ابراہیم اپنا کام کر چکے تھے۔ اب دشمن اپنا کام کرنا چاہتے تھے۔ دشمن کی طرف سے آپ کے جلانے کا اعلان کرنا اور حضرت ابراہیم کا بے خطر آتش نمرود میں کود پڑنا، فریقین کا یہ عمل خود بتاتا ہے کہ جلانے والوں نے بھی مذکورہ بالا گفتگو کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ ابراہیمؑ ہی ہمارے معبودوں کا قاتل ہے اور حضرت ابراہیمؑ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں ان کا قاتل نہیں، تم لوگ مجھے کیوں جلاتے ہو؟ اپنے اس بڑے بت کو کیوں سنگسار نہیں کرتے جس نے تمہارے معبود مسمار کیے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے خلیل کو آگ سے بچانا بھی اسی بنا پر تھا مشرکین اپنے معبودوں کی مدد کرنا چاہتے تھے لہٰذا اللہ پر بھی فرض تھا کہ اپنے بندے کی مدد کرے بحوالے کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی یا ولینصرن اللہ من ینصرہ۔

ان وجوہ سے یہ واقعہ بھی جھوٹ ثابت نہیں ہوتا۔

(۳) تیسرا جھوٹ حضرت ابراہیم صدیقؑ کی طرف یہ منسوب کیا گیا کہ جب آپ مصر گئے تو بیوی چونکہ پیکرِ حسن تھی، اس لئے وقت کے بادشاہ کی جانب سے دستدرازی کے خطرہ کے پیش نظر حضرت سارہ سے فرمایا کہ بادشاہ سے کہہ دینا کہ ابراہیم میرا بھائی ہے...... یعنی بیوی کو بہن بنادیا۔ یہ واقعہ قرآن میں نہیں بلکہ بائبل پیدائش باب ۱۲ میں موجود ہے جہاں سے منتقل ہو کر مسلمانوں کی کتب تفسیر و احادیث کی زینت بنا حالانکہ اس واقعہ کے مضمون پر غور کرنے سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ واقعہ یہودیوں کا گھڑا ہوا ہے۔ بائبل ص۱۳ (اردو) میں ہے کہ:

"...... سو ابرام خداوند کے کہنے کے مطابق چل پڑا اور لوط اس کے ساتھ گیا، ابرام پچھتر برس کا تھا جب حاران سے روانہ ہوا۔ اور ابرام نے اپنی بیوی ساری اور اپنے بھتیجے لوط کو اور سب مال کو جو انہوں نے جمع کیا تھا اور ان آدمیوں کو جو حاران میں مل گئے تھے ساتھ لیا...... اور ایسا ہوا کہ جب وہ مصر میں داخل ہونے کو تھا تو اس نے اپنی بیوی ساری سے کہا کہ دیکھ تو بہت خوبصورت ہے اور یوں ہوگا کہ مصری تجھے دیکھ کر کہیں گے کہ یہ اس کی بیوی ہے سو مجھے تو مار ڈالیں گے مگر تجھے زندہ رکھیں گے، سو تو یہ کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں تاکہ میری خیر ہو اور میری جان تیری بدولت بچی رہے۔" بائبل کی روایت کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔ الفاظ خود اشارہ کررہے ہیں کہ واقعہ میں جعلسازی کی گئی ہے۔ قصہ گھڑنے والوں نے یہ نہیں بتایا کہ جب آپ کو پہلے ہی علم تھا کہ مصر میں ہر نووارد کی عزت و ناموس کو لوٹ لیا جاتا ہے تو آخر وہ کونسا مقصد تھا جسے حاصل کرنے کے لئے آپ وہاں لازماً جانا چاہتے تھے؟ ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی ایسی جگہ سے گریزاں ہوتا ہے جہاں اس کی عزت و ناموس کو خطرہ ہو۔ پھر مصیبت سے بچنے کا طریقہ اسلام یہ بتاتا ہے کہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین (مصیبت میں نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) اسی طریقہ سے حضرت ابراہیمؑ عراقیوں کے مصائب و مشکلات کے گرداب بحر سے نکل آئے تھے اور مصریوں کے مصائب سے بھی بچ سکتے تھے۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح بائبل والے اور اس کے حوالہ سے روایت پرستی کے غلو میں مبتلا حضرات حضرت ابراہیم صدیق کو مصیبت سے بچنے کے لئے جھوٹ کی تعلیم سکھلا رہے ہیں اور پھر جھوٹ بولنے کے باوجود بھی تو فرعون مصر باز نہیں آیا، بلکہ جب حضرت سارہ نے نماز پڑھ کر دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کا ہاتھ شل کردیا اور اس کے شر سے اس کی حفاظت فرمائی۔ اب روایت پرستی کے غلو میں مبتلا حضرات یہ بتائیں کہ جب آخرکار یہی ہونا تھا تو آخر جھوٹ کا سہارا لینے کا فائدہ کیا ہوا؟ ایک اور



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاف واقعہ بات اس روایت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت سارہ سے کہا کہ: ''روئے زمین میں میرے تیرے سوا کوئی مؤمن نہیں، لہٰذا ہم اور تم بہن بھائی ہیں۔'' حالانکہ قرآن مجید سے معلوم ہے کہ حضرت لوط آپ پر ایمان لا چکے تھے اور ابراہیمؑ کے ساتھ ہجرت کر چکے تھے۔ بائبل کے بیان کے مطابق وہ بھی سفر مصر میں شریک تھے۔ نیز اس ضمن میں امام قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ ابراہیمؑ نے تین نہیں چار جھوٹ بولے۔ چوتھا جھوٹ جب تاروں کے بارے میں آپ نے کہا کہ ھذا ربی (یہ میرا رب ہے) قرطبی کا قول نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ راویوں کا وہم ہے اور یہ کہ تین جھوٹ کی روایت ہی صحیح ہے۔(فتح الباری کتاب الانبیاء) حافظ صاحب! یہ پورا واقعہ ہی راویوں کے وہم کا نتیجہ ہے خواہ جھوٹ کی تعداد تین ہو یا چار۔ محض سند کی بنیاد پر خلاف شرع، خلاف عقل واقعہ تسلیم کروانا اور حدیث کے مضمون کی طرف نگاہ نہ کرنا اہل علم کا کام نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''بندگان خدا'' کے خصائص بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ والذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صما و عمیانا (الفرقان:۷۳) (اللہ کے سچے بندے وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات بھی پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان پر بھی بہرے اندھے بن کر نہیں گر پڑتے) لوگ بغیر غور و فکر کے صرف سند کی بنا پر غلط سلط واقعات تسلیم کروانے کے لئے اصرار کرتے ہیں جبکہ قرآن مجید کا مطالبہ ہے اللہ کی آیات کو بھی غور و فکر سے اختیار کرو۔ کتب احادیث میں متعدد صحیح روایات ہیں جو شرع متین اور عقل مبین کی کسوٹی پر پوری نہ اترنے کی وجہ سے بعض صحابہ کرام کی زبانی ہی تنقید کی نشانہ بنیں تھیں۔ مثلاً صحیحین میں ہے کہ حضرت حضرت عمر بن خطابؓ اور ابن عمرؓ بھی حدیث بیان کرتے تھے کہ رونے والے کی وجہ سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاتلانہ حملہ میں زخمی ہوئے اور حضرت صہیبؓ روی رونے لگے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا آپ مجھ پر رو رہے ہیں حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ رونے والے کی وجہ سے میت پر عذاب کیا جاتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد میں نے یہ واقعہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کو بتایا آپ نے فرمایا کہ ''اللہ عمر پر رحم کرے! اللہ کے رسول ﷺ نے اس طرح نہیں بلکہ یوں فرمایا تھا کہ کافر پر اہل و عیال کے رونے کی وجہ سے عذاب میں اضافہ کیا جاتا ہے پھر آپؓ نے یہ آیت پڑھی کہ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ تین جھوٹ کی روایت کے اصل راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں۔ جن کے بارے میں بھی کتب روایات میں کئی تسامحات منقول ہیں، جن میں سے یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک بار نبی ﷺ نے گوشت کا سالن کھا کر وضو فرمایا تو حضرت ابوہریرہ نے اس طرف خیال نہیں کیا کہ آپؐ کا پہلے وضو نہیں تھا اور سمجھے کہ نبی اکرم ﷺ نے گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کیا ہے، جس کی وجہ سے فتویٰ دینے لگے کہ گوشت کھا کر وضو کرنا ضروری ہے۔ ایک نوجوان (غالباً ابن عباسؓ) نے پوچھا کہ ابوہریرہ! گرم پانی سے وضو کرنا بھی تو جائز ہے! یعنی جب گرم پانی سے وضو جائز ہے تو پھر پکا ہوا گوشت کھانا بھی تو اسی زمرہ میں آتا ہے اس سے وضو کرنا کیونکر لازمی ہوگا؟ (صحیفہ ہمام بن منبہ مقدمہ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم)

ممکن ہے اس حدیث میں یہ تسامح حضرت ابوہریرہؓ سے واقع ہوگیا ہو یا نیچے کے راویوں میں سے کسی سے فروگزاشت ہوگئی ہو بہرحال اللہ کے حبیب ﷺ نے اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت ہرگز نہیں کی، یہ بات قرآن مجید کی نص ''صدیقا نبیا'' کے بھی صریح خلاف ہے اور دیگر شرعی نصوص سے بھی متعارض ہے، جیسا کہ ہم نے تفصیلی بحث کی روشنی میں ثابت کردیا لہٰذا اس ضمن میں وہی قول صحیح اور ارجح ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف کتابوں میں منسوب ہے کہ ہم اس حدیث کے نیچے کے راویوں کو جھوٹا کہیں یہ بہت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں۔ واللہ اعلم

(جاری ہے)



© rasailojaraid.com